حقوق مجردہ کی معاصر تطبیقات کا تعارفی جائزہ

حافظ ناصر علی*

محمد امجد**

Abstract

This article is an attempt to discuss and analyze the concept of exclusive rights in Islamic Fiqh with its various kinds and their implementation in contemporary age. Exclusive rights are those rights that are free from ownership and they do not have a consistent connection with the place (physical things). If those rights are used or left, there is no effect on the place (physical things). Exclusive rights have a lot of types that can be summarized as follows: (1) Necessary rights, meaning those exclusive rights that are stipulated to avoid harm like pre-emption rights and right of a wife for her turn in the husband spending the night with her. (2) The right to share like passing rights, [the new type is flight right and road tax] right of elevation [the new type is the elevation of towers], equitable (water stream) rights [the new type is pipeline and small wells], executor's (passing) rights [new type is gas pipe line], drinking (field watering) rights [new type is water supply and gas supply], the right of benefiting from neighbor(a wall) (3) transaction rights like haqqe wazaif (services right) and haqqe khalw (evacuation right) (4) precedence and specialty rights like immigration (marking boundaries) rights and from its contemporary types, authoring rights, publishing rights, privilege rights, trade name and trademark, trade license etc.

Keywords: Fiqh, Exclusive Rights, Necessary Rights

اسلام زندگی کا نہایت مکمل و منظم ضابطہ اور دستور ہے حیات انسانی کا کوئی گوشہ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، قومی ہو یا بین الاقوامی، معاشی ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا تمدنی اسلام کی تعلیمات سے محروم نہیں، اسلام نے انسان کے جملہ حقوق کے تحفظ اور حمایت پر بہت زور دیا ہے انسانی حقوق کی بہت سی اقسام ہیں۔ ماضی میں فقہاء نے کتب فقہ و فتاوی میں جن حقوق کے بارے میں بحث کی ہے ان کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: حقوق مجردہ اور حقوق مؤکدہ۔

---

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

حقوق مؤکدہ وہ ہیں جو محل میں متقرر ہوں اور صاحب حقوق کو انکی ملکیت حاصل ہو اور حقوق مجردہ وہ حقوق جو ملک سے خالی اور تنہا ہوں اور ان کا محل کے ساتھ قرار والا تعلق نہ ہو، اگر ان حقوق کو استعمال کریں یا ان کو چھوڑ دیں محل پر اثر نہ ہو،اس مضمون میں یہ واضح کرنا ہے کہ حقوق مجردہ کی فقہاء کے ہاں قدیم صورتیں کون سی تھیں اور عصر حاضر میں حقوق مجردہ کی تطبیقات اور مثالیں کیا ملتی ہیں۔

حقوق مجردہ کی اصطلاح:

حقوق مجردہ کی اصطلاح خالص فقہ حنفی کی اصطلاح ہے یعنی فقہاء احناف کی کتابوں میں اس اصطلاح کا ذکر بکثرت ملتا ہے لیکن جمہور مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ نے اس خاص اصطلاح کو استعمال نہیں کیا البتہ اس اصطلاح میں آنے والے حقوق کو ضرور تسلیم کیا ہے۔

حقوق مجردہ کی تعریف:

احناف نے حقوق مجردہ کی کوئی متعین تعریف نہیں کی جیسا کہ اکثر اصطلاحات فقہیہ کے بارے میں فقہاء کی عادت ہے البتہ اپنی عبارات میں چند علامتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے حقوق مجردہ کی تعریف کی حد بندی کی جاسکتی ہے۔

اس قسم کے حقوق کی پہلی علامت تجرد عن الملک ملک سے خالی ہونا ہے [1]۔یعنی کسی شخص کیلئے حق کا ثبوت تو ممکن ہو مگر جس محل کے ساتھ حق کا تعلق ہے اس محل کی ملکیت دوسرے شخص کو حاصل ہو۔اسی لیے خواجہ علی حیدر آفندی حق مرور جو حقوق مجردہ میں سے ہے اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

حَقُّ الْمُرُورِ هوَ حَقُّ الْمَشْيِ فِی مِلْكِ الْغَيْرِ وَذَلِكَ بِأَنْ تَكُونَ رَقَبَةُ الطَّرِيقِ مَمْلُوكَةً لِشَخْصٍ وَلِآخَرَ الْحَقُّ بِأَنْ يَمُرَّ مِنْهَا فَقَطْ. وَہَذَا الْحَقُّ مِنْ الْحُقُوقِ الْمُجَرَّدَةِ الَّتِی تَسْقُطُ بِالْإِسْقَاطِ[2]

”حق مرور یعنی غیر کی ملک میں چلنے کا حق اس کی صورت یہ ہے کہ راستے والی زمین ایک آدمی کی مملوک ہو اور دوسرے آدمی کو اس سے صرف گذرنے کا حق ہو اور یہ حق حقوق مجردہ میں سے ہے جو ساقط کرنے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔“

---

[1] شامی، ابن عابدین، محمد امین، ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶، **رد المحتار علی الدر المختار**، (بیروت: دار الفکر، ط۱۹۹۲ء)، ۴: ۵۱۸

[2] آفندی، علی حیدر، م ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء، **درر الحکام فی شرح مجلة الأحکام**، (دار الجبل، ط۱۹۹۱ء)، ۱: ۱۲۰

حقوق مجردہ کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ حق محل میں متقرر اور ثابت نہ ہو۔

''لأن حق الشفعة ليس بحق متقرر فی المحل، بل ہو مجرد حق التملک فلا يصح الاعتياض عنہ''[3]

''اس لیے کہ حق شفعہ محل میں متقرر اور ثابت نہیں بلکہ وہ محض مالک بننے کا حق ہے اس لیے اس کا عوض لینا جائز نہیں۔''

اس دوسری علامت سے پہلی علامت کی تاکید بھی ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ ایک دوسرے معنی کو بھی متضمن ہے کہ محل میں حق مجرد کوئی اثر نہیں چھوڑتا خواہ صاحب حق اپنا حق استعمال کرے یا اپنا حق ساقط کردے جیسے حق شفعہ کہ شفیع شفعہ کرے یا نہ کرے اس سے زمین پر فرق نہیں پڑتا وہ زمین ویسی ہی رہے گی خواہ اس کی ملکیت شفیع کیلئے ثابت ہو یا مشتری کیلئے بخلاف حق متقرر کے کیونکہ اس کے استعمال یا اسقاط کی صورت میں وہ اپنے محل میں اثر چھوڑتا ہے جیسے حق قصاص کیونکہ جس قاتل پر یہ حق ثابت ہوتا ہے حق کے استعمال کے وقت اس قاتل کا خون بہانا جائز ہوتا ہے لیکن اگر قاتل اور مقتول کے ورثاء کے مابین صلح ہو جائے یا مقتول کے ورثاء اپنا حق قصاص چھوڑ دیں اور قاتل کو معاف کردیں تو وہ قاتل معصوم الدم ہو جاتا ہے یعنی اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔[4]

حاصل یہ ہے کہ حقوق مجردہ سے وہ حقوق مراد ہیں جو ملک سے خالی اور تنہا ہوں اور ان کا محل کے ساتھ قرار والا تعلق نہ ہو، اگر ان حقوق کو استعمال کریں یا ان کو چھوڑ دیں محل پر اثر نہ ہو۔

سابقہ معروضات کو سامنے رکھتے ہوئے بعض معاصرین نے حقوق مجردہ کی تعریف میں تقرر کا اعتبار کرتے ہوئے یوں تعریف کی ہے:

الحق المجرد ما کان غير متقرر فی محلہ[5]

''حق مجردہ وہ ہے جو اپنے محل میں قرار نہ پکڑے۔''

ان حقوق کے ملک سے مجرد اور خالی ہونے کی تین صورتیں ہیں:

ا۔ اس حق کا حسی ومادی چیز (عین) کے ساتھ تعلق ہی نہ ہو جیسے بیوی کا باری میں حق، یا ملازمت سے دست برداری کا حق۔

---

[3] مرغینانی، علی بن ابی بکر، م۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء، **الہداية فی شرح بداية المبتدی**، (بیروت لبنان: دار احیاء التراث العربی)، ۴: ۳۲۱

[4] سامی حبیلی، **الحقوق المجرده فی الفقہ المالی الاسلامی**، (جامعہ اردنیہ)، ۲۳

[5] علی الخفیف، **احکام المعاملات الشرعيہ**، (بیروت: مکتبہ اسلامیہ)، ۲۸

۲۔ اس حق کا تعلق عین اور مادی چیز سے ہو لیکن وہ عین جو محلِ حق ہے ایک شخص کی ملک ہو جبکہ صاحب حق دوسرا ہو جیسے حق شفعہ اور حقوق ارتفاق (حق مرور، حق شرب، حق مسیل، حق تعلی[6]) کسی کو حاصل ہوں مگر زمین کسی دوسرے کی ملک ہو، اسی طرح حق تحجیر۔

۳۔ محل حق (عین) بھی صاحب حق کی ملک ہو لیکن صاحب حق، محل حق (زمین ومکان) کے بغیر صرف حق کو فروخت کرے جیسے کسی کی زمین ومکان ہے اور اس کو حقوق ارتفاق بھی حاصل ہیں لیکن وہ کسی دوسرے کو بغیر زمین کے صرف حقوق ارتفاق فروخت کرے۔

فقہ حنفی میں مذکورہ بالا تمام حقوق "حقوق مجردہ" کہلاتے ہیں۔

حقوق مجردہ کو حقوق مفردہ یا حقوق محضہ بھی کہا گیا ہے چنانچہ علامہ کاسانی نے حقوق مجردہ کو حقوق مفردہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے، وہ تحریر کرتے ہیں:

وَالْحُقُوقُ الْمُفْرَدَةُ لَا تَحْتَمِلُ التَّمْلِيكَ[7]

"حقوق مفردہ تملیک کا احتمال نہیں رکھتے۔"

اور بعض معاصرین نے حق مجرد کو حق محض کے ساتھ بھی تعبیر کیا ہے۔[8]

عصر حاضر میں حقوق کی کئی اقسام ظہور پذیر ہوئی ہیں جیسے حق تصنیف، حق طباعت، حق ایجاد، تجارتی نام وعلامات، تجارتی لائسنس، حقوق فضا، یہ جدید حقوق بھی ایسے ہیں جن کا تعلق کسی مادی اور حسی چیز کے ساتھ نہیں ہے اس لیے فقہاء احناف نے ان کو بھی "حقوق مجردہ" میں شامل کیا ہے۔

تمام حقوق مجردہ دراصل حق عبد کی ہی اقسام میں سے ہیں ان کا تعلق حقوق اللہ سے نہیں ہے اور یہ ایک امر طبعی ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں اس اصطلاح کا سبب یہ ہے کہ جو حقوق تصرف کے قابل ہیں اور جو تصرف کے قابل نہیں ہیں ان کو واضح کیا جائے اور تصرفات کی بحث حقوق العباد میں ہوتی ہے نہ کہ حقوق اللہ میں کیونکہ حقوق اللہ کو

---

[6] ان کی وضاحت عنقریب آگے آجائے گی۔

[7] کاسانی، ابو بکر بن مسعود، م۵۸۷ھ/۱۱۹۱، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط۱۹۸۶ء)، ۶: ۱۹۰

[8] زرقا، مصطفی، **المدخل الی نظریۃ الالتزام العامہ فی الفقہ الاسلامی**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ۱۲۸

بجالانااور پورا کرنا ضروری ہے ان میں تصرف کرنا خرید وفروخت کی صورت ہو یا معاف کرنے کی صورت اس قسم کا تصرف کرنے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے۔[9]

حقوق مجردہ کی اقسام:

فقہاء نے جن حقوق کا ذکر کیااوران کی خرید وفروخت کے متعلق بحث کی ان سب پر جب نظریں دوڑائیں توجو خلاصہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ حقوق کی ابتداءدو قسمیں ہیں: ا۔ حقوق شرعیہ ٢۔ حقوق عرفیہ

حقوق شرعیہ:

جو شارع کی جانب سے انسان کیلئے ثابت ہیں اور قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔

پھراس کی دو قسمیں ہیں: حقوق ضروریہ اور حقوق اصلیہ

ا۔ حقوق ضروریہ: سے مراد وہ حقوق ہیں جو کسی انسان کیلئے اس لیے ثابت ہوتے ہیں تاکہ وہ ضرر سے بچ جائے جیسے حق شفعہ، باری میں بیوی کا حق، ماں کو پرورش کا حق، یتیم کی ولایت کا حق، طلاق کا اختیار یافتہ عورت کا حق خیار، عنین[10] کی بیوی کا خاوند سے نکاح فسخ کرنے کا حق وغیرہ۔

٢۔ حقوق اصلیہ: سے وہ حقوق مراد ہیں جو انسان کو اصالۃً ثابت ہوتے ہیں ان کا اصل مقصد دفع ضرر نہیں ہوتا جیسے حق قصاص، خاوند کا بیوی سے نفع اٹھانے کا حق، موت کے بعد وراثت کا حق

حقوق عرفیہ:

وہ حقوق شرعیہ جو اصل کے اعتبار سے عرف وعادت کی وجہ سے انسان کیلئے ثابت ہوتے ہیں لیکن شریعت نے بھی ان کو برقرار رکھا ہے اوران حقوق کو معتبر مانا ہے۔

پھر حقوق عرفیہ کی تین قسمیں ہیں: ا۔ حقوق ارتفاق ٢۔ حقوق عقد ٣۔ حقوق سبق واختصاص

ا۔ حقوق ارتفاق سے مراد کسی چیز سے نفع اٹھانے کا حق جیسے حق مرور، حق شرب، حق تسییل وغیرہ

٢۔ حقوق عقد؛ جو کسی انسان کو عقد کرنے سے حاصل ہوں جیسے حق وظائف، حق خلو

٣۔ حقوق سبق واختصاص، جو کسی انسان کو مباح چیز کی طرف سبقت کرنے سے حاصل ہوں جیسے حق تحجیر[11]

---

[9] ایضاً

[10] وہ مرد جس میں قوت مردانگی بالکل نہ ہو۔

[11] عثمانی، محمد تقی، مفتی، **بحوث فی قضایا فقهیه معاصره ،بیع الحقوق المجرده** ،(دمشق: دارالقلم، ط٢٠٠٣ء)، ٧٠۔٨٥

حقوق کی مذکورہ بالا اقسام میں سے حقوق شرعیہ کی دوسری قسم حقوق اصلیہ جیسے حق قصاص حقوق غیر مجردہ ہیں،البتہ حقوق شرعیہ کی پہلی قسم حقوق ضروریہ اور حقوق عرفیہ کی تینوں قسمیں حقوق مجردہ ہیں اور ہمارا مقصود حقوق مجردہ سے بحث کرنا ہے اس لیے صرف انھی کی تفصیل بیان کریں گے چنانچہ حقوق مجردہ کی تمام انواع کو مد نظر رکھیں تو ان کی چار اقسام بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

حقوق مجردہ کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ وہ حقوق مجردہ جو دفع ضرر کی خاطر مشروع ہیں

۲۔ حقوق ارتفاق

۳۔ حقوق عقد

۴۔ حقوق سبق واختصاص

ان سب کی تفصیل اور مثالیں درج ذیل ہیں:

1۔ حقوق مجردہ جو دفع ضرر کی خاطر مشروع ہیں

اس کے تحت مشہور دو قسمیں آتی ہیں(۱) حق شفعہ (۲) بیوی کا باری میں حق ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حق شفعہ:

شفعہ شفع سے ماخوذ ہے اور اس کے لغوی معنی ملانے اور ضم کرنے کے ہیں،طاق عدد کے مقابلہ میں جفت اعداد کیلئے بھی شفعہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔[12] فقہ کی اصطلاح میں کسی خرید کی ہوئی زمین یا عمارت کو اسی قیمت میں جبراً حاصل کر لینے کا نام حق شفعہ ہے جس قیمت سے مشتری نے خریدی تھی۔ [13]

حق شفعہ کی مشروعیت: شریعت مطہرہ نے ہر انسان کو آزادی اور سکون کے ساتھ زندگی گذارنے کا حق دیا ہے اگر کسی کے پڑوس میں کوئی ایسا شخص آباد ہو جس کے عادات واخلاق پسندیدہ نہ ہوں تو ان کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جاتا ہے بسا اوقات انسان تنگ ہو کر وہاں سے کوچ کر جاتا ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

دَارِ جَارَ الدَّارِ إنْ جَارَ وَإِنْ ... لَمْ تَجِدْ صَبْرًا فَمَا أَحْلَى النَّقْلَ[14]

---

12 زیلعی، عثمان بن علی، م ۷۴۳ھ/۱۳۴۲، **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق** ،(قاہرہ: المطبعۃ الکبری بولاق، ط ۱۳۱۳ھ)، ۵: ۲۳۹

13 شیخی زادہ، عبدالرحمن بن محمد، ۱۰۷۸ھ/۱۶۶۸، **مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر**،(بیروت: داراحیاء التراث العربی)، ۲: ۴۷۲

"یعنی وہ گھر جس کا پڑوسی برا ہے اگر اس کی ایذاء پر صبر ممکن نہ ہو تو وہاں سے کوچ کر جانا ہی میٹھا ہے۔"

اس لیے برے پڑوسی کے شر سے بچنے کیلئے شریعت نے شفعہ کا حق دیا ہے کہ اگر کسی کے پڑوس میں کوئی مکان دکان جائیداد زمین فروخت ہو تو اس کی خریداری کا اصل حقدار پڑوسی ہے لہذا اس میں بائع پر بھی کسی قسم کا ظلم نہ ہو گا بلکہ جتنی قیمت پر دوسرے کو فروخت کرنا چاہتا ہے اتنے میں پڑوسی کو فروخت کرے جیسا کہ تعریف شفعہ سے ظاہر ہوا ہے اس کی مشروعیت پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے:

قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِى كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ[15]

"رسول اللہ ﷺ نے شفعہ کا فیصلہ کیا ہر اس چیز میں جو تقسیم نہ ہوئی ہو پس جب حدود واقع ہو گئیں اور راستے پھیر لیے گئے تو اب کوئی شفعہ نہیں ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِى كُلِّ شِرْكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ، رَبْعَةٍ أَوْ حَائِطٍ، لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ، فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ، فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ[16]

"رسول اللہ ﷺ نے شفعہ کا فیصلہ کیا ہر اس مشترکہ جائیداد میں جو تقسیم نہ ہوئی ہو خواہ وہ گھر ہو یا باغ ہو اس کیلئے جائز نہیں کہ بیچے جب تک کہ اپنے شریک کو اطلاع نہ کرے اگر چاہے تو وہ لے لے اگر چاہے تو چھوڑ دے لیکن جب اس نے اپنی جائیداد کو بیچا اور شریک کو نہیں بتایا تو وہ شریک اس کا زیادہ حقدار ہے۔"

۲۔ حق القسم۔۔۔بیوی کا باری میں حق:

---

[14] سفارینی، محمد بن محمد، م۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء، **غذاء الألباب فى شرح منظومة الآداب**، (مصر: موسسہ قرطبہ)،۱: ۲۱۰

[15] ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، م۲۴۱ھ/۸۵۵، مسند أحمد، مسند جابر بن عبداللہ، حدیث: ۱۵۲۷۹،(موسسہ الرسالہ، ط۲۰۰۱ء)، ۲۳: ۴۲۸

[16] قشیری، مسلم بن حجاج، م۲۶۱ھ ظ/۸۷۵، صحیح مسلم، **كتاب المساقاة ،باب الشفعة**، حدیث: ۱۶۰۸،(بیروت: داراحیاء التراث العربی)، ۳: ۱۲۲۹

قسم قاف کے فتحہ اور سین کے سکون کے ساتھ قسم یقسم باب ضرب کا مصدر ہے جس کا معنی ہے تقسیم کرنا حصہ حصہ کرنا، قسم قاف کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے حصہ اور قسم قاف اور سین دونوں کے فتحہ کے ساتھ ہوں تو اس کا معنی ہے یمین اور قسم۔[17]

حق قسم سے مراد ہے خاوند کا اپنی بیویوں کے درمیان برابری اور انصاف کرنا۔[18]

اکثر طور پر قسم کا اطلاق بیویوں کا باری میں حق کو کہتے ہیں یعنی دو یا زیادہ بیویوں کے درمیان شب باشی میں باری مقرر کرنا ضروری ہے تو ان کے اس باری والے حق کو حق قسم کہتے ہیں۔

حقوق ارتفاق:

حق ارتفاق اپنی زمین اور جائیداد سے مطلوبہ فائدہ اٹھانے یا مملوکہ زمین سے استفادے کی خاطر دوسرے کی زمین استعمال کرنے کے حق کا نام ہے۔

حق مقرر على عقار لمنفعة عقار لشخص آخر[19]

"زمین پر ثابت شدہ حق جو دوسرے کی زمین کے فائدہ کیلئے ہو۔"

ایسی صورت اس وقت پیش آتی ہے کہ جب کسی دوسرے کی زمین سے فائدہ اٹھائے بغیر اپنی زمین سے بھی مستفید نہ ہوا جا سکے۔

اردو میں ان حقوق کو حقوق آسائش کہا جاتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک حقوق ارتفاق لاتعداد ہیں ان میں توسع ہے اور ان کا تعلق انسان کے ارادہ والتزامات سے ہے جب کہ اکثر فقہاء نے حقوق ارتفاق کی انواع کو محدود قرار دیا ہے اور ان حقوق کی حسب ذیل قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ حق شرب (پانی کی باری کا حق)

۲۔ حق مرور (گذرنے کا حق)

۳۔ حق تسییل (پانی کی نکاسی کا حق)

---

[17] ابن سیدہ، علی بن اسماعیل، م۴۵۸ھ/۱۰۶۶، **المحکم والمحیط الأعظم**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء)، ۶: ۲۴۶

[18] سامی حبیلی، **الحقوق المجردہ فی الفقہ الاسلامی**، (جامعہ اردنیہ)، ۳۸

[19] محمد قدری پاشا، م۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹، **مرشد الحیران الی معرفۃ احوال الانسان**، (بولاق: المطبعۃ الکبری الامیریہ، ط۱۳۰۸)، ۱: ۹

۴۔ حق المجری (پانی لانے کا حق)

۵۔ حق التعلی (فضااور دوسری یا تیسری منزل بنانے کا حق)

۶۔ حق الانتفاع بالجدار (پڑوسی کی دیوار سے فائدہ اٹھانے کا حق)

ان منافع پر حقوق ارتفاق کا لفظ سب سے پہلے قدری پاشا نے کیا ہے۔[20]

ا۔ حق شرب "پانی کی باری کا حق": شرب (شین کے کسرہ کے ساتھ) کا لغوی معنی ہے الحظ من الماء پانی کا حصہ اور باری[21] یہ لفظ قرآن مجید میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

" قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ "[22]

"یہ اونٹنی ہے اس کیلئے پانی کا ایک حصہ ہے اور تمھارے لیے متعین دن پانی کا ایک حصہ ہے۔"

فقہاء کی اصطلاح میں حق شرب کے معنی پانی کی اس مقررہ باری یا حصہ کے ہیں جو فصلوں اور باغوں کی سیرابی کیلئے مقرر کیا جائے۔

قدری پاشا تحریر کرتے ہیں:

الشرب هو نوبة الانتفاع بالماء سقياً للأرض أو الشجر أو الزرع[23]

"زمین، درخت اور کھیتی کو سیراب کرنے کیلئے پانی سے نفع اٹھانے کی باری کو شرب کہتے ہیں۔"

حق شرب کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ حق شرب خاص:

اس سے مراد وہ حق شرب ہے جس کا تعلق مملوکہ زمینوں میں جاری پانی کے ساتھ ہے چاہے پانی مباح ہو یا مملوک جیسے مملوکہ زمینوں میں کنویں اور چشمے اگر ایک آدمی نے ان کو جاری کیا ہے تو یہ اس کا حق ہوگا اگرچند آدمیوں نے مل کر کھودا ہے تو یہ مشترکہ حق ہوگا حصوں کے مطابق۔

۲۔ حق شرب عام:

---

[20] ایضاً

[21] طالقانی، اسماعیل بن عباد، م ۳۸۵ھ/۹۹۵، **المحيط في اللغة**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، ۲: ۱۶۷

[22] الشعراء: ۱۵۵

[23] محمد قدری پاشا، م ۱۳۰۶ھ /۱۸۸۹، **مرشد الحيران إلى معرفة أحوال الإنسان**، (بولاق: المطبعۃ الکبری، ۱۳۰۸ھ)، ۱: ۹

جس کا تعلق عام نہروں اور عام وادیوں دریاوں کے ساتھ ہو، یہ حق ہر زمین والے کو حاصل ہوتا ہے،[24]

حق شرب کی جدید صورتیں:

واٹر سپلائی: پانی زندگی کی ان ضرورتوں میں سے ہے جس کے بغیر حیات انسانی کا تصور مشکل ہے اس لیے گنجان آبادی والے علاقوں میں یا جن علاقوں میں زیر زمین پانی کھارا ہوتا ہے وہاں حکومت کے زیر انتظام پانی کی سپلائی کا نظام بنایا جاتا ہے، بڑی ٹینکیاں بنا کر، محلوں میں ضرورت منداور درخواست گذاروں کے گھروں میں پائپ لائن کا جال بچھا دیا جاتا ہے اور پھر دن رات میں اوقات مخصوص کر دیے جاتے ہیں جن میں ٹینکیوں کا پانی کھول دیا جاتا ہے اور لوگ حسب ضرورت پانی بھر لیتے ہیں اور پھر ہر مہینہ ان کو پانی کا بل ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ حق شرب کی ایک جدید ترقی یافتہ صورت ہے۔ بعض علاقوں میں پانی کی مقدار محفوظ کرنے کیلئے میٹر بھی لگائے جاتے ہیں جیسے بجلی کے میٹر ہوتے ہیں۔

گیس سپلائی میں باری کا حق: گیس کا شمار عصر حاضر میں ایک قیمتی شیء تصور کیا جاتا ہے یہ بہت ہی سہل الاستعمال ایندھن ہے اور ٹریفک میں بھی اس کا استعمال بڑھ رہا ہے جن ممالک میں گیس کی پیدائش زیادہ ہے وہاں پانی کی طرح اسے بھی گھر گھر سپلائی کیا جاتا ہے اور اس کا معاوضہ بھی لیا جاتا ہے اس لیے یہ بھی حق شرب سے ملتی ہوئی ایک صورت ہے۔

بجلی کی سپلائی میں باری کا حق:

بجلی بھی عصر حاضر میں ایک اہم ایجاد ہے جس پر عصر حاضر کی بہت سی ضروریات وابستہ ہیں بجلی زندگی اور معیشت کا ایک ایسا جزو بن چکی ہے جس کے بغیر زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور معیشت کا پہیہ جام ہو جاتا ہے۔ حکومتیں گھر گھر اس کی سپلائی کا بھی اہتمام کرتی ہیں اور اس کا عاوضہ لیتی ہیں۔ یہ بھی حق شرب سے ملتی جلتی صورت ہے۔

۲۔ حق مرور "گذرنے کا حق": مرور کا لغوی معنی ہے **مر يمر، إذا مضى** گذرنا۔[25]

فقہ اسلامی میں اپنے گھر یا زمین تک پہنچنے کیلئے کسی دوسرے کی زمین میں سے گذرنے کے حق کو حق مرور کہا جاتا ہے۔[26]

---

[24] آفندی، علی حیدر، م۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء، **درر الحكام في شرح مجلة الأحكام**، (دارالجبل، ط۱۹۹۱ء)، ۲: ۲۶۴

[25] ابن فارس، احمد بن فارس، م۳۹۵ھ، **مجمل اللغة**، (بیروت: دارالنشر، ط۱۹۸۶ء)، ۱: ۸۱۵

[26] آفندی، علی حیدر، م۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء، **درر الحكام في شرح مجلة الأحكام**، (دارالجبل، ط۱۹۹۱ء)، ۱: ۱۲۰

حق مرور کی جدید صورتیں:

حق پرواز: جب سے فضا میں انسان نے اڑان بھرنی شروع کی اس وقت سے فضا بھی ایک قیمتی شیء متصور ہونے لگی ہے اور جہاں ممالک کی زمینی حدود متعین تھیں اس کے ساتھ ساتھ اب فضائی حدود بھی منقسم و متعین کر دی گئی ہیں اور زمینی حدود کی طرح فضائی حدود بھی بغیر اجازت استعمال کرنا بین الاقوامی قوانین کے لحاظ سے جرم ہے اگر کسی کا جہاز بغیر اطلاع اور اجازت کے دوسرے ملک کی حدود میں داخل ہو تو بسا اوقات اسے جاسوس یا مشتبہ قرار دے کر تباہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے ممالک ایک دوسرے کی فضائی حدود استعمال کرنے کیلئے آپس میں اجازت لیتے ہیں اور اس کا معاوضہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے جس کیلئے محدود مدت تک یا ہمیشہ کیلئے معاہدے بھی ہوتے رہتے ہیں اور بین الاقوامی فضائی سفر کیلئے ممالک کا آپس میں ایسے معاہدے کرنا ضروری ہے۔ بہر حال یہ صورت حق مرور کی ایک ترقی یافتہ وجدید شکل ہے جس میں گذرگاہ زمینی سطح کی بجائے فضا ہوتی ہے۔

روڈ ٹیکس: ملک کے اندر یہ ایک طریقہ مروج ہے کہ مختلف شاہراہوں کو بنایا جاتا ہے اور پھر اس پر چلنے والی گاڑیوں سے ٹول پلازوں پر ٹیکس لیا جاتا ہے اور ٹیکس دیے بغیر کسی گاڑی کو نہیں گذرنے دیا جاتا اسی طرح حکومتی اداروں کی طرف سے پلوں کی تعمیر کی جاتی ہے یا کسی پرائیویٹ کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دے دیا جاتا ہے جب تعمیر مکمل ہوتی ہے تو ایک متعینہ مدت تک یا ہمیشہ کیلئے وہاں سے گذرنے والوں سے گذرنے کا عوض وصول کیا جاتا ہے یہ بھی حق مرور کی ہی ایک شکل ہے۔

۳۔ حق تسییل "پانی کی نکاسی کا حق":

سال کا معنی ہے بہنا جاری ہونا، سیل سیلاب کو کہتے ہیں جس کی جمع سیول آتی ہے اور مسیل پانی بہنے کی جگہ نالی وغیرہ کو کہتے ہیں اور تسییل کا معنی ہے پانی بہانا جاری کرنا۔ [27]

حق تسییل گھر یا کھیت کی ضرورت سے زائد استعمال شدہ یا بارش کے پانی کو گھر یا کھیت سے باہر بہانے اور نکاسی کرنے کے حق کو کہتے ہیں یعنی جس جگہ پانی بہہ کر جائے گا وہ کسی دوسرے کی ملکیت ہے اور گھر والے کو صرف پانی بہانے کا حق ہے۔ جس جگہ سے پانی بہہ کر جاتا ہے اس کو مسیل کہتے ہیں [28]

حق تسییل کی جدید صورت:

---

[27] افریقی، محمد بن مکرم، م ۷۱۱ھ/۱۳۱۱، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، ط ۱۴۱۴ھ)، ۱۱: ۳۵۲

[28] **درر الحكام في شرح مجلة الأحكام**، ۱: ۱۲۱

گٹر پائپ لائن: گھر یا کھیت سے زائد از ضرورت مستعمل یا بارش کے پانی کی نکاسی کا قدیم زمانہ میں یہ طریقہ رائج تھا کہ نالی یا سطح زمین سے پانی کی نکاسی کرتے تھے لیکن اب اس کیلئے جدید شکلیں مروج ہو چکی ہیں ایک اہم شکل پائپ لائن کی ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ پانی کے بہنے کا محل متعین ہو جاتا ہے اور اس میں جہالت باقی نہیں رہتی اگرچہ اس کے عوض لینے کا معاشرے میں رواج نہیں ہے لیکن اگر عرف میں اس کے عوض لینے کا رواج ہو جائے تو یہ عوض لینا جائز ہو گا۔

چھوٹا کنواں بنانا: گھروں کے پانی کی نکاسی کیلئے بسا اوقات ایک خاص قسم کے گہرے کنویں بنائے جاتے ہیں جن میں پانی کے جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس میں گندے پانی کی نکاسی کی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک حق تسییل کی ایک صورت ہے اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے اس کنویں میں پانی کی نکاسی کی اجازت لے لے اور اس پر معاوضہ طے ہو جائے تو یہ معاوضہ درست ہونا چاہیئے۔

۴۔ حق المجری (پانی لانے کا حق):

جری یجری کا معنی ہے پانی کا بہنا اور مجری پانی بہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ حق المجری سے مراد یہ ہے کہ ایک انسان کی زمین ہے اور اس زمین تک پانی نہیں لا سکتا الا یہ کہ پڑوسی کی زمین سے بہا کر لائے۔[29]

سوال یہ ہے کہ کسی بھی زمین والے کو حق حاصل ہے کہ پڑوسی کی زمین سے پانی بہا کر لے آئے یا پڑوسی کی اجازت ضروری ہے؟ اس پر مذاہب اربعہ متفق ہیں کہ پڑوسی کی اجازت کے بغیر اس کی زمین پر سے پانی نہیں لا سکتا[30] کیونکہ انسان دوسرے کی ملکیت سے بغیر اجازت کے نفع نہیں اٹھا سکتا حدیث میں ہے:

إِنَّهُ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ[31]

"کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔"

---

[29] سامی حبیلی، **الحقوق المجرده فی الفقه الاسلامی**، ۷۳

[30] سامی حبیلی، **الحقوق المجرده فی الفقه الاسلامی**، ۷۳

[31] ابن حنبل، احمد بن محمد، م ۲۴۱ھ/۸۵۵، مسند احمد، حَدِيثُ عَمِّ أَبِي حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ، حدیث: 20695، (موسسۃ الرسالۃ، ط ۲۰۰۱ء ، ۳۴: ۲۹۹)

جیسے دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت کے کاشت کاری کرنا اور تعمیرات بنانا جائز نہیں اسی طرح دوسرے کی زمین سے پانی گذار کرلانا بغیر اجازت کے جائز نہیں۔ اگر کسی انسان کا نالا پڑوسی کی زمین میں پہلے سے چلا آرہا ہو تو پڑوسی کو اس سے روکنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ فقہی قاعدہ ہے قدیم کو اپنی حالت پر رکھا جاتا ہے۔[32]

حق مجری کی جدید صورت

گیس کی سپلائی اور دوسرے کے ملک یا زمین سے گزارنا: گیس اس زمانے میں ایک بہترین ایندھن کے طور پر سامنے آیا ہے جس ملک کے پاس گیس کا ذخیرہ کافی مقدار میں ہو اس سے دوسرے ممالک گیس خریدتے ہیں تاکہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں لیکن اس سلسلہ میں دو پیش رفتیں ہوتی ہیں ایک خریدنے والے ملک کو گیس کا معاوضہ ادا کرناپڑتاہے دوسری یہ ہے کہ بسااوقات وہ گیس پائپ لائن کسی تیسرے ملک سے گذارنی پڑتی ہے جیسے گھر یا کھیت میں پانی لانے کیلئے پڑوسی کی زمین استعمال کرنی پڑتی ہے۔ اور تیسرا ملک گیس پائپ لائن کے گذارنے کیلئے اپنی زمین کے استعمال کرنے کی اجرت اور معاوضہ لیتا ہے۔ یہ حق مجری کی ایک جدید صورت ہے اور حق مجری کی طرح اس کا معاوضہ لینا بھی جائز ہے۔

۵۔ حق التعلی (فضا کا حق):

تعلی علو سے ہے جس کا معنی ہے بلند ہونا اور علو الشیء کسی چیز کے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں تعلی کہتے ہیں گھر کی ایک منزل پر دوسری منزل بنانے کو۔[33]

حق تعلی کی جدید صورت

چھتوں پر ٹاورز کا قیام: اس دور میں چھت سے استفادہ کی ایک صورت ٹاوروں کا قیام بھی ہے مختلف کمپنیاں فون، ریڈیو، ٹی وی، وغیرہ کی رینج اور حدود ابلاغ کو بڑھانے کیلئے اونچی عمارتوں پر فلک بوس ٹاور نصب کرتی ہیں عمارت کے مالکان سے دو طرح کے معاملات ہوتے ہیں:

ا۔ ماہانہ کرایہ دیتے ہیں یہ صورت فقہی اعتبار سے بے غبار ہے کہ ٹاور نصب کرنے والی کمپنی نے مکان کی چھت کرایہ پر حاصل کرلی ہے اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

---

[32] رد المحتار،۴: ۱۹۰

[33] الموسوعة الفقهية الكويتية،۱۲: ۲۹۲

۲۔ کمپنی چھت کے اوپر اتنے حصہ کو مستقل طور پر خرید لیتی ہے یہ صورت حق تعلی کی خرید وفروخت کی جدید شکل بنتی ہے اور وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

۶۔ حق الانتفاع بالجدار (پڑوسی کی دیوار سے نفع اٹھانے کا حق):

اس کو حق جوار بھی کہا جاتا ہے، اپنے گھر کے اندر تصرفات میں پڑوسی کی رعایت کے حق یا پڑوسی کے مکان سے استفادہ کرنے کے حق کو حق جوار کہا جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے حق جوار کی خرید وفروخت کے حوالے سے جو مباحث بیان کیے ہیں ان میں بالعموم پڑوسی کے صحن کی طرف روشن دان، کھڑکی یا دروازہ کھولنا، پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنا یا کیل لگانا وغیرہ شامل ہیں۔[34]

حق جوار کی شرعی حیثیت:

پڑوسی کی دیوار پر شہتیر وغیرہ رکھنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس سے پڑوسی کی دیوار کو نقصان پہنچے تو بالاتفاق جائز نہیں اگر نقصان نہیں پہنچتا لیکن اس کی اشد ضرورت بھی نہیں ہے تو اس صورت میں بھی اس کی اجازت کے بغیر دیوار پر شہتیر رکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ دوسرے کی ملک سے بغیر اجازت نفع اٹھانا ہے جو جائز نہیں لیکن اگر شدید مجبوری ہو اور اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو پھر جائز ہے اور پڑوسی کو اس پر مجبور کیا جائے گا حنابلہ کے نزدیک جبکہ مالکیہ احناف اور شوافع کے نزدیک جائز نہیں[35] حنابلہ کی دلیل یہ حدیث ہے

لَا يَمْنَعْ أَحَدُكُمْ جَارَهُ أَنْ يَضَعَ خَشَبَةً عَلَى جِدَارِهِ [36]

"تم میں سے کوئی بھی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے نہ روکے۔"

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کے مال کو بغیر اس کی اجازت کے استعمال کرنا جائز نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

إِنَّهُ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ[37]

---

[34] سامی حبیلی، **الحقوق المجرده فی الفقہ الاسلامی**، ۸۰

[35] قدوری، احمد بن محمد، م۴۲۸ھ/۱۰۳۷، التجرید، (قاہرہ: دار السلام، ط۲۰۰۶ء)، ۶: ۲۹۶۶، /ابن قدامہ، المغنی، ۴: ۳۷۸

[36] ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، م۲۳۵ھ/۸۵۰، مصنف ابن أبي شيبة، كِتَابُ الْبُيُوعِ وَالْأَقْضِيَةِ، فِي الرَّجُلِ يَجْعَلُ خَشَبَةً عَلَى جِدَارِ جَارِهِ حدیث: ۲۳۰۳۵، (ریاض: مكتبة الرشد، ط۱۴۰۹ھ)، ۴: ۵۴۹

[37] ابن حنبل،، مسند أحمد، ۳۴: ۲۹۹

''کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔''

3۔ حقوق عقد: یعنی وہ حق جو عقد اور معاملہ سے حاصل ہو اس کے تحت حق کی دو قسمیں آتی ہیں:

۱۔ حق الوظائف ''ملازمت کا حق'' ۲۔ حق الخلو ''پگڑی کا حق''

تنبیہ :

ان دونوں حقوں کو حقوق عقد کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ اوقاف کی تنخواہ میں امام مؤذن خطیب وغیرہ کو حق ہوتا ہے کہ وہ حکومت یا اوقاف کے نگران وناظم کے ساتھ عقد اجارہ کو باقی رکھیں اور تنخواہ لیتے رہیں یا عقد اجارہ ختم کر کے تنخواہ لینا چھوڑ دیں، اسی طرح حق خلو ہے کہ مالک مکان یا دکان کو کچھ رقم لے کر مکان یا دکان کچھ عرصہ کیلئے کرایہ پر خالی کروالیتے ہیں اب اس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس عقد کو باقی رکھیں یا عقد ختم کر دیں۔ چونکہ دونوں کا تعلق ایک لحاظ سے عقد سے ہوتا ہے اس لیے ان کو حقوق عقد کا عنوان دیا گیا۔

۱۔ حق الوظائف ''ملازمت کا حق'':

اگر کسی آدمی کی اوقاف میں کوئی مستقل ملازمت ہو جس کی اسے تنخواہ ملتی ہو مثلاً مسجد کا امام، یا مؤذن، یا کوئی ملازم ہو اور شرائط اوقاف کی بنیاد پر یہ ملازمت دائمی ہو لہذا وہ ملازم اس ملازمت پر باقی رہنے کا اور زندگی بھر عقد جاری رکھنے کے حق کا مالک ہے۔[38]

کیا یہ تنخواہ دار ملازم کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے اس حق سے دوسرے کیلئے دستبردار ہو جائے کہ میری یہ ملازمت فلاں میرے تعلق دار کو دیدی جائے؟ اور دستبرداری کی صورت میں وہ اس کا عوض لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دستبرداری جائز ہے تو کیا ناظم اور نگران کا اقرار کرنا شرط ہے یا نہیں کہ وہ اس کے دستبردار ہونے کی صورت میں دوسرے آدمی کو ملازمت دے گا؟

ابن عابدین کی اس کلام سے ایک اور ضابطہ بھی معلوم ہو گیا کہ کہ کن حقوق کا عوض لینا جائز ہے اور کن کا عوض لینا جائز نہیں ہے چنانچہ اگر حقوق اصالۃ مشروع اور ثابت ہوں ان کا عوض لینا جائز ہے اور جو دفع ضرر کیلئے ثابت ہوں ان کا عوض لینا جائز نہیں ہے خواہ یہ حقوق مجردہ ہوں یا نہ ہوں۔

۲۔ حق الخلو ''مکانوں اور دکانوں کی پگڑی کا حق'':

---

[38] محمد تقی عثمانی، مفتی، **فقہی مقالات**، (کراچی: زمزم پبلشرز)،۱: ۱۹۸

خلا یخلو کا معنی ہے خالی ہونا اور اخلی یخلی باب افعال سے ہو تو اس کا معنی ہے خالی کرنا یا خالی پانا چنانچہ ابن سیدہ کہتے ہیں:

خَلا الْمَكَان خُلوّاً وخَلاءً - إِذا لم يكن فِيهِ أحد أَبُو زيد: أخليتُ الْمَكَان جعلتُہ خَالِيا ابْن السّكيت: أخليتُہ - وجدتُہ خَالِيا [39]

خلا المکان کا معنی ہے کہ مکان میں کوئی نہیں ہے ابو زید کہتے ہیں کہ اخلیت المکان کا معنی ہے میں مکان کو خالی کر دیا ابن السکیت کہتے ہیں کہ اخلیتہ کا معنی ہے کہ میں نے اس کو خالی پایا۔

لفظ خلو جس معنی کے ساتھ یہاں زیر بحث ہے اس لحاظ سے یہ لفظ مولد ہے ہو سکتا ہے کہ یہ عرب کے مذکورہ قول (اخلیت المکان میں نے مکان کو خالی کیا یا خالی پایا) سے ہی ماخوذ ہو۔

علامہ دسوقی خلو کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْخُلُوُّ اسْمٌ لِمَا يَمْلِكُهُ دَافِعُ الدَّرَاهِمِ مِنْ الْمَنْفَعَةِ الَّتِی وَقَعَتْ الدَّرَاهِمُ فِی مُقَابَلَتِهَا[40]

"حق خلو کہتے ہیں اس منفعت کو جس کا دراہم دینے والا مالک ہوتا ہے اور وہ منفعت ان دراہم کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔"

محمد قدری پاشا خلو کی تعریف کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

دکانوں میں معروف خلو یعنی پگڑی کی صورت یہ ہے کہ وقف کرنے والا یا متولی یا دکان کا مالک دکان پر دراہم کی ایک متعین مقدار مقرر کرتا ہے جو کرایہ دار سے لے گا اور اس کے ساتھ ایک شرعی معاہدہ کرے گا اس کے بعد وہ دکان کا مالک نہ تو اس کرایہ دار کو جس کیلئے حق خلو ثابت ہے نہ نکال سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو وہ دکان کرایہ پر دے سکتا ہے جب تک کہ وہ اداشدہ رقم واپس نہ کردے۔ [41]

حاصل یہ ہے کہ حق خلو کہتے ہیں کہ زمین میں مستقل ٹھہرنے کے حق کی ملکیت کو کہتے ہیں خواہ وہ زمین دکان ہو یا مکان یا قابل کاشت زمین یا خالی پلاٹ وغیرہ۔

مفتی محمد تقی عثمانی تحریر کرتے ہیں:

---

[39] ابن سیدہ، علی بن اسماعیل، م۴۵۸ھ/۱۰۶۶، **المخصص**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، ۳: ۳۰۵

[40] دسوقی، محمد بن احمد، م۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵، **حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر**، (بیروت: دارالفکر)، ۳: ۴۳۳

[41] محمد قدری پاشا، م۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹، **مرشد الحیران إلی معرفة أحوال الإنسان**، (بولاق: المطبعة الکبری ط، ۱۸۹۱ء)، ۹۸

"پگڑی کسی مکان یا دکان میں حق قرار کا نام ہے بسا اوقات مالک مکان یا مالک دکان اپنا مکان یا دکان طویل مدت کیلئے کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ کے علاوہ کچھ رقم یک مشت لیتا ہے کرایہ دار یکمشت رقم دے کر اس بات کا حق دار ہو جاتا ہے کہ کرایہ داری طویل مدت تک یا تاحیات باقی رکھے پھر بسا اوقات کرایہ دار اپنا یہ حق دوسرے کرایہ دار کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور اس سے یہ رقم لیتا ہے جس کی بناء پر یہ دوسرا شخص مالک مکان و دکان سے عقد اجارہ کا حقدار ہو جاتا ہے اگر مکان یا دکان کا مالک کرایہ دار سے مکان یا دکان واپس لینا چاہے تو اس کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ کرایہ دار کو اتنی رقم ادا کرے جس پر دونوں راضی ہوں اس یک مشت لی جانے والی رقم کو مختلف بلاد عربیہ میں خلو اور جلسہ کہا جاتا ہے اور ہند و پاک میں پگڑی اور سلامی کہتے ہیں۔"[42]

پگڑی کے مروجہ نظام میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں ممکن ہیں:

۱۔ مالک مکان و دکان کیلئے جائز ہے کہ وہ کرایہ دار سے خاص مقدار میں یک مشت رقم لے لے جسے متعینہ مدت کا پیشگی کرایہ قرار دیا جائے یہ یک مشت رقم سالانہ یا ماہانہ کرایہ کے علاوہ ہوگی اس یک مشت لی ہوئی رقم پر اجارہ کے سارے احکام جاری ہوں گے اگر اجارہ کسی وجہ سے طے شدہ مدت سے پہلے فسخ ہو جائے تو مالک کے ذمے واجب ہوگا کہ اجارہ کی باقی ماندہ مدت کے مقابل میں یک مشت رقم کا جتنا حصہ آ رہا ہے اسے واپس کر دے۔

۲۔ اگر اجارہ متعینہ مدت کیلئے ہوا ہے تو کرایہ دار کو اس مدت تک کرایہ داری باقی رکھنے کا حق ہے لہذا اگر کوئی دوسرا شخص یہ چاہے کہ کرایہ دار اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور یہ دوسرا شخص اس کی جگہ کرایہ دار ہو جائے تو پہلے کرایہ دار کیلئے یہ جائز ہے کہ اس سے عوض کا مطالبہ کرے اور پہلے کرایہ دار کا یہ عمل بالعوض حق کرایہ داری سے دستبرداری کا عمل ہوگا اور مال کے بدلے میں وظائف سے دستبرداری پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہوگا لیکن اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اصل کرایہ داری کا معاملہ معینہ مدت کیلئے کیا گیا ہو مثلاً دس سال کیلئے اور دس سال پورے ہونے سے پہلے پہلا کرایہ دار دستبردار ہو رہا ہو۔

۳۔ اگر اجارہ متعین مدت کیلئے ہو تو مالک مکان و دکان کیلئے جائز نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر اجارہ کو فسخ کر دے اگر مالک عذر شرعی کے بغیر دوران مدت اجارہ فسخ کرنا چاہے تو کرایہ دار کیلئے جائز ہے کہ اس سے عوض کا مطالبہ کرے اور اس کا یہ اقدام بالعوض اپنے حق سے دستبرداری ہوگی یہ عوض اس کے علاوہ ہوگا جس کا کرایہ دار اپنی

---

42 محمد تقی عثمانی، مفتی، **فقہی مقالات**، (کراچی: زمزم پبلشرز)، ۱: ۲۰۷

یکمشت دی ہوئی رقم میں سے اجارہ کی باقی مدت کے حساب سے حق دار ہوگا۔ **مجمع الفقہ الاسلامی** نے اپنے چوتھے اجلاس منعقدہ ۱۴۰۸ھ میں یہی فیصلہ کیا ہے۔[43]

4۔ حقوق سبق واختصاص:

حق سبق سے مراد وہ حق ہے جو سبقت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

فقہ میں اس کی قدیم مثال میں صرف ایک حق کو ذکر کیا جاتا ہے جس کو حق تحجیر کہتے ہیں۔

تحجیر کا تعارف:

تحجیر کا لغوی معنی ہے کہ کسی چیز کو اپنی ذات کیلئے خاص کر دینا علامہ ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:

وفی روایة يَحْتَجِرُه أی بجعله لنَفْسِهِ دُونَ غَيْرِهِ. يُقال حَجَرْتُ الأَرْضَ واحْتَجَرْتُها إِذَا ضَرَبْتَ عَلَيْهَا مَناراً تَمْنَعُها بِهِ عَنْ غيرك[44]

ایک روایت میں ہے یحتجرہ یعنی اس کو اپنی ذات کیلئے بنا دیا نہ کہ دوسرے کیلئے، جب آدمی زمین پر کوئی علامت اور نشانی لگا کر دوسروں سے زمین کو روک دیتا ہے اور اپنے لیے خاص کر لیتا ہے تو اس وقت کہتا ہے حجرت الارض یا احتجرت الارض کہ میں نے زمین کو روک لیا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتب میں فقہاء نے تحجیر کی کوئی متعین تعریف نہیں کی البتہ مجلہ احکام عدلیہ جو خلافت عثمانیہ میں مرتب ہوا اس میں تحجیر کی تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

التَّحْجِيرُ وَضْعُ الْأَحْجَارِ وَغَيْرِهَا فِي أَطْرَافِ الْأَرَاضِي لِأَجْلِ أَنْ لَا يَضَعَ آخَرُ يَدَهُ عَلَيْهَا[45].

"تحجیر کہتے ہیں زمین کے کناروں میں پتھر وغیرہ کوئی چیز رکھ دینا تاکہ کوئی دوسرا آدمی اس زمین پر قبضہ نہ کر لے۔"

اس حق کو حق اسبقیت بھی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ مباح الاصل چیز پر سب سے پہلے قابض ہونے کی وجہ سے انسان کو مالک بننے کا جو حق یا اس مال کے ساتھ جو خصوصیت حاصل ہوتی ہے اسی کو حق اسبقیت کہا جاتا ہے مثلاً افتادہ زمین کو قابل استعمال بنانے سے مالک بننے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔[46]

---

[43] ایضاً، ا: ۲۱۸

[44] ابن الاثیر الجزری، مبارک بن محمد، م ۶۰۶ھ/۱۲۱۰، **النہایة فی غریب الحدیث والأثر**، (بیروت: المکتبۃ العلمیہ، ط ۱۹۷۹ء)، ا: ۳۴۱

[45] مجموعہ العلماء، **مجلة الأحكام العدلية** ، (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب،)، ۲۰۳

تحجیر کا حکم:

اس بات پر تو تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ تحجیر ملک کا فائدہ نہیں دیتی یعنی تحجیر سے آدمی مالک نہیں بن جاتا، مالک تب بنتا ہے جب وہ اس زمین کو آباد کرلے اور قابل استعمال بنالے البتہ تحجیر کرنے والا دوسرے لوگوں کی بنسبت اس زمین کا زیادہ حقدار ہو جاتا ہے۔ [47]

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت اسمر بن مضرسؓ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سبق إلى ما لم يَسْبقْه إليه مسلمٌ فهو له[48]

"جس نے اس زمین کی طرف سبقت کی جس کی طرف کوئی مسلمان سبقت نہیں کر سکا تو وہ زمین اس کی ہو گی۔"

فقہاء نے لکھا ہے کہ تحجیر کی وجہ سے آدمی دوسروں سے زیادہ حقدار تب بنتا ہے جب اس میں کچھ شرطیں پائی جائیں۔

۱۔ اس کی ضرورت کی مقدار سے زیادہ نہ ہو اور ضرورت سے مراد یہ ہے کہ اس کے آباد کرنے سے اس کی غرض وحاجت پوری ہو جائے اگر اس نے اپنی ضرورت سے زائد زمین پر نشانات لگادیے تو دوسرا آدمی اس کی ضرورت کی مقدار سے زائد کو آباد کر کے مالک بن سکتا ہے۔

۲۔ تحجیر کرنے کے بعد اس کو آباد کرنے پر قادر بھی ہو اگر اس نے زمین پر نشان تو لگادیے مگر اس کو آباد کرنے سے عاجز آگیا تو دوسرا آدمی اس کی طاقت سے زائد زمین کو آباد کر کے مالک بن سکتا ہے۔[49]

---

46 عثمانی، محمد تقی، مفتی، **فقہی مقالات**، (کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، ط۲۰۱۱ء)، ۱: ۱۹۲

47 کاسانی، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، ٦: ۱۹۵

48 ابوداود، سلیمان بن اشعث، م۲۷۵ھ/۸۸۸، السنن ،**کتاب الخراج والفيء والإمارة** ، حدیث: ۳۰۷۱، (دارالرسالۃ العالمیہ، ط۲۰۰۹ء)، ۴: ٦٧٩

49 شربینی، محمد بن احمد، م۹۷۷ھ/ ۱۵۷۰، **مغنی المحتاج إلى معرفة معانی ألفاظ المنهاج**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط۱۹۹۴ء)، ۳: ۵۰۴

حق اسبقیت کی ایک صورت یہ ہے جس کو فقہاء نے ذکر کیا ہے مثلاً جو شخص مسجد میں کسی خاص جگہ سب سے پہلے پہنچ گیا وہ اس جگہ کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور اسے یہ اختیار ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے کر وہ جگہ دے دے لیکن اس حق کا بیچنا اس کیلئے جائز نہیں ہے۔

حق اسبقیت کی جدید صورتیں:

قریبی زمانہ میں تجارت نے بہت ترقی کی ہے جس کے نتیجے میں حقوق سبق کی بہت سی جدید صورتیں سامنے آئی ہیں جن کو عربی میں بہت سے ناموں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے حقوق فکریہ، حقوق ادبیہ، حقوق تجاریہ، حقوق ذہنیہ اور حقوق معنویہ وغیرہ، اردو میں ان کو "حقوق دانش" کہتے ہیں اور انگلش میں انھیں Intellectual Property Rights کہتے ہیں۔ان حقوق کیلئے باضابطہ طور پر قانون وضع کیے گئے ہیں۔انھیں بین الا قوامی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔

جن میں سے چیدہ چیدہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حق تصنیف وتالیف

۲۔ حق طباعت واشاعت

۳۔ حق ایجاد وابتکار

۴۔ مخصوص تجارتی نام اور ٹریڈ مارک

۵۔ تجارتی لائسنس کا استعمال

1۔حق تصنیف وتالیف: تالیف کا لغوی معنی ملانا اور جمع کرنا ہے جیسا کہ لسان العرب میں ہے:

وألفت بينهم تأليفا إذا جمعت بينهم بعد تفرق، وألفت الشيء تأليفا إذا وصلت بعضه ببعض؛ ومنه تأليف الكتب [50]

"جب متفرق لوگوں کو تو جمع کردے تو تو کہہ سکتا ہے الفت بینھم اور جب کسی چیز کے بعض کو بعض کے ساتھ ملادیا جائے تو کہتے ہیں الفت الشیء اسی سے تالیف الکتب ہے۔"

مرتضی زبیدی تحریر کرتے ہیں:

---

[50] لسان العرب، ۹: ۱۰

وصَنَّفَهُ تَصْنِيفاً: جَعَلَه أَصْنافاً، ومَيَّزَ بعضَها عَنْ بَعْضٍ قَالَ الزَّمَخْشَرِيّ: وَمِنْه تَصْنِيفُ الكُتُبِ[51]

"صنفہ کا معنی ہوتا ہے اس نے کسی چیز کی کئی اقسام بنادیں اور ایک دوسرے سے ممتاز کردیا زمخشری کہتے ہیں تصنیف کتب بھی اسی سے ہے۔"

حق تصنیف وتالیف کی اصطلاحی تعریف لغوی معنی کے قریب قریب ہے یعنی مختلف مواد کو ایک خاص موضوع کے تحت جمع کردینا اور اس کو اس طرح منطقی ترتیب دینا کہ اس سے نفع اٹھانا آسان ہو سکے ابو عمر دبیان تحریر کرتے ہیں:

حق الإنسان في إبداع شيء علمي أو أدبي أو فني، سواء بالجمع والاختيار، أو إحداث شيء لم يسبق إليه، أو إكمال ناقص، أو تصحيح خطأ، أو تفسير وتفصيل، أو تلخيص أو تهذيب، أو ترتيب مختلط[52]

حق تصنیف وتالیف سے مراد انسان کا وہ حق ہے جو اسے کسی علمی ادبی یا فنی چیز کے ایجاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے خواہ وہ علمی وادبی باتوں کو جمع اور منتخب کرے یا کوئی ایسا علمی کام کرے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا یا کسی ناقص کو مکمل کردے یا غلط کو درست کردے یا کسی تشریح وضاحت کردے یا کسی علمی کام کو مختصر ملخص ومہذب کر دے یا کسی بکھرے ہوئے کام کو مرتب کردے۔

اس تعریف میں تصنیف وتالیف کی اقسام بھی اجمالاً آجاتی ہیں۔

تصنیف کے متعلق حقوق واحکام

کتب کے ساتھ مصنف اور امت دونوں کے حقوق وابستہ ہیں اس لیے حقوق تصنیف کی ابتداءً دو قسمیں ہیں

۱۔ حقوق عامہ ۲۔ حقوق خاصہ

۱۔ حقوق عامہ:

حقوق عامہ سے مراد امت اور عوام کے حقوق ہیں کیونکہ امت کتاب میں سموئے ہوئے علوم ومعارف کی محتاج ہے۔

---

51 مرتضیٰ زبیدی، محمد بن محمد، م ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء، **تاج العروس**، دار الہدایہ، ۲۴: ۳۷

52 المعاملات المالية أصالة ومعاصرة، ۱: ۱۸۷

حقوق عامہ کی اقسام: یہ بات تو ناممکن ہے کہ کتاب میں موجود افکار و نظریات اور مسائل مصنف کی ملکیت میں ہوں اور دوسرا کوئی آدمی ان کو اپنا نہ سکے بلکہ وہ ہر مستفید کا حق ہو گا ورنہ لوگوں کا کتاب کے پڑھنے اور اس کو سمجھنے کا فائدہ کیا ہو گا۔ اس لیے حقوق تصنیف و طباعت کے محفوظ کرانے کا یہ معنی نہیں کہ یہ عام حق ختم ہو جائے اور اس سے علمی انتفاع رک جائے بلکہ اس کے علاوہ چند دوسرے حقوق عامہ بھی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

حق اقتباس؛ جب سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک تمام مصنفوں کی عادت رہی ہے کہ عقائد و مسائل کو درست اور مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کیلئے، ان کی اصلاح اور درستگی کیلئے لوگوں کو عملی میدان میں لانے کیلئے مستند کتابوں کا حوالہ دیتے رہتے ہیں اور ان کی بیان کردہ عبارات پیش کرتے رہتے ہیں اور کبھی کسی نے نکیر نہیں کی بشرطیکہ نقل کرنے والے نے حوالہ دیا ہو اس لیے اگر کوئی مصنف اس سے منع کرتا ہے تو یہ خلاف اجماع ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ اپنی کتاب کے ٹائٹل پر لکھ دے جیسا کہ بعض مصنفین کی عادت ہے۔ لیکن اقتباس کی شرط یہ ہے کہ دیانت و امانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا حوالہ دیا جائے اور اس میں کوئی تحریف و تبدیلی نہ کی جائے تصنیف و تالیف کے آداب میں یہ مباحث مشہور و معروف ہیں۔[53]

حق الترجمہ: ترجمہ سے مراد یہ ہے کہ کسی کتاب کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا یہ حق بھی تمام انسانوں کو حاصل ہے کہ اصل کتاب کے مصنف کی اجازت کے بغیر وہ اس کا دوسری زبان میں ترجمہ کر سکتے ہیں کیونکہ ترجمہ کرتے ہوئے مترجم کو وہی مشقت اور مسائل پیش آتے ہیں جو اصل کتاب کے مصنف کو پیش آتے ہیں یعنی اپنا وقت، سوچ بچار خرچ کرنا وغیرہ اور ترجمہ کرتے ہوئے اس کی خصوصیات اور محاوروں کا خاص خیال کرنا وغیرہ اس لیے اگر اس کو مستقل کتاب کہیں تو بے جا نہیں نیز اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ علم کی پورے جہان میں نشر و اشاعت کرے اس لیے ترجمہ کے حقوق محفوظ کرانا بھی درست نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اصل کتاب کی نسبت اس کے پہلے مصنف کی طرف کی جائے اور اس کے مواد میں تغیر تبدل نہ کیا جائے۔[54]

---

[53] ابوزید، بکر بن عبداللہ، م۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸، **فقہ النوازل**، (موسسۃ الرسالہ، ط۱۹۹۶ء)، ۲: ۱۶۱

[54] **ایضاً**

حقوق ولایت و حکومت: اگر کسی کی تصنیف بہت فائدہ مند ہو اور علمی اداروں کو اس کی ضرورت ہو لیکن وہ نایاب ہو چکی ہو مصنف نہ خود چھاپتا ہو اور نہ کسی کو اس کی اجازت دیتا ہو تو حکومت کو اختیار ہے کہ مصالح عامہ کے پیش نظر اس کو چھپوا کر بیچ دے یا لوگوں کو اس کے چھاپنے کی اجازت دیدے۔[55]

۲۔ حقوق خاصہ:

حقوق خاصہ سے خاص مصنف کے حقوق مراد ہیں، تصنیف کے بعد مصنف کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں حقوق ادبیہ اور حقوق مالیہ۔

حقوق ادبیہ: اس قسم میں متعدد حقوق آتے ہیں۔

۱۔ کتاب کی اپنی طرف نسبت کرنے کا حق، لہذا وہ اس نسبت سے کسی کیلئے بھی دست بردار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کتاب کی نسبت اپنی طرف کر سکتا ہے اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ دھوکہ دہی ہو گی مصنف اور اس کے ورثہ کو قانونی کاروائی کرنے کا حق حاصل ہے۔

۲۔ اپنی کتاب کی نشر و اشاعت کرنے کا حق لہذا اس کی اجازت کے بغیر دوسرے آدمی کو چھاپنے کی اجازت نہیں ہے۔

۳۔ اپنی کتاب میں کسی قسم کی کمی بیشی اور کتر و بیونت کے دفاع کرنے کا حق، اگر مصنف اپنی کتاب میں غلطیوں پر مطلع ہوتا ہے تو اس کتاب میں تصحیح کرنے یا اس کو ضائع کرنے اور بازار میں جانے سے روکنے کا حق۔

۴۔ اور یہ حقوق پوری زندگی اور زندگی کے بعد اس کیلئے برقرار رہیں گے۔

یہ حقوق ایسے ہیں جو بالاتفاق معاوضہ کو قبول نہیں کرتے اور نہ مال کے حکم میں ہیں۔ اور تصنیف و تالیف کے متعلق اصول حدیث وغیرہ کی کتابوں میں موجود شریعت کے اصول و قواعد [جو مذکور ہو چکے ہیں] ان حقوق پر واضح دلالت کرتے ہیں۔[56]

۲۔ حقوق مالیہ:

جس شخص نے کوئی کتاب تصنیف یا تالیف کی ہے صرف اسے اس کتاب کی نشر و اشاعت اور تجارتی نفع حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے بسا اوقات کتاب لکھنے والا یہ حق (یعنی کتاب سے مالی منافع اٹھانے کا حق) دوسرے کے

[55] ایضاً

[56] ایضاً، ۲: ۱۶۵

ہاتھ بیچ دیتا ہے تو اس حق کا خریدار نشر واشاعت کے بارے میں ان حقوق کا مالک ہو جاتا ہے جو مصنف کتاب کو حاصل تھا۔

یہ حقوق چونکہ دراصل تصنیف کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں اس لیے ان کو حقوق تصنیف وتالیف بھی کہتے ہیں اور ان حقوق کا تعلق طباعت واشاعت کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے ان کو حقوق طباعت واشاعت بھی کہتے ہیں ،جو اصل میں مصنف کو حاصل ہوتے ہیں پھر مصنف کے بیچنے کے بعد ناشر کو حاصل ہو جاتے ہیں۔

حاصل یہ ہے ہماری بحث میں حق تصنیف سے مراد ہے اپنی تصنیف وتالیف سے مادی فائدہ حاصل کرنے کا حق جسے کاپی رائٹ کہا جاتا ہے یہ حق بھی حق اسبقیت کی ایک جدید شکل ہے۔ [57]

۲۔ حقوق طباعت ونشر واشاعت:

طبع کے لغت میں متعدد معنی ہیں مہر لگانا، مثال، پیدا کرنا، ڈھالنا وغیرہ۔ [58]

طباعت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے الطباعة حِرْفَة نقل النّسخ المتعددة من الْكِتَابَة أَو الصُّور بالآلات[59]

کتابت یا تصویروں سے متعدد نسخوں کے نقل کرنے کے پیشے کو طباعت کہتے ہیں:

طباعت کی طرح ایک لفظ نشر بھی استعمال ہوتا ہے نشر کا لغوی معنی ہے پھیلانا، منتشر ہونا، متفرق ہونا، پھاڑنا۔ [60]

نشر کی اصطلاح میں متعدد تعریفیں کی گئی ہیں:

اذاعۃ امر علی الناس باسلوب یحقق العلم بہ[61]

کسی چیز کو لوگوں کے سامنے پھیلانا کسی بھی ایسے اسلوب اور طریقہ سے کہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے

یہ تعریف انتہائی جامع ہے اور اس میں نشر واشاعت کی تمام صورتیں آجاتی ہیں کیونکہ نشر واشاعت کتابوں، ویڈیو، آڈیو اور انٹرنیٹ کی شکلوں میں ہوتی ہے۔ معجم وسیط میں نشر کی تعریف یوں درج ہے:

---

57 **المعاملات المالية أصالة ومعاصرة**،۱: ۱۸۷

58 **تاج العروس**،۲۱: ۴۳۹

59 ابراہیم مصطفی،**المعجم الوسیط**،دار الدعوۃ،۲: ۵۵۰

60 **لسان العرب**،۵: ۲۰۸

61 شہرانی، حسین بن معلوی،**حقوق الاختراع والتالیف فی الفقہ الاسلامی**، (دار طیبہ،ط ۲۰۰۴ء)،۲۷۵

طبع الْکتب و الصحف وَبَیْعھَا[62]

"کتابوں اور رسالوں کا چھاپنا اور ان کو بیچنا۔"

یہ تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ یہ نشر واشاعت کی بعض صورتوں کتابوں اور رسالوں کی طباعت واشاعت کو شامل ہے جبکہ نشر واشاعت کی جدید صورتوں سمعی وبصری کو شامل نہیں جیسے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے نشر واشاعت کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے نشر واشاعت وغیرہ کو یہ تعریف شامل نہیں، ممکن ہے کہ یہ تعریف میڈیا اور انٹرنیٹ کی ایجاد سے پہلے کی ہو بہر حال موجودہ زمانہ کے اعتبار سے پہلی تعریف زیادہ بہتر ہے۔

حقوق نشر واشاعت کی صورتیں:

۱۔ تصنیف کے بعد اس کتاب کے حقوق طباعت واشاعت اولا مصنف کو ہی حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ حقوق تصنیف میں گذر چکا چنانچہ تصنیف کرنے کے بعد مصنف خود ہی اپنی کتاب کی نشر واشاعت کرتا ہے اس صورت میں مصنف کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کتاب کی دوبارہ نشر واشاعت نہیں کر سکتا۔

۲۔ مصنف اپنی کتاب کا مسودہ (کتابی یا سی ڈی وغیرہ کی شکل میں) کسی ناشر کو معاوضہ لے کر بیچ دیتا ہے اور اس کو نشر واشاعت کی اجازت دیدیتا ہے۔ اس صورت میں حقوق نشر واشاعت کا مالک اصل مصنف کی بجائے ناشر ہو جائے گا لہذا اس ناشر کی اجازت کے بغیر نہ مصنف اس کی اشاعت کر سکے گا اور نہ ہی کوئی دوسرا۔

۳۔ مصنف کسی ناشر کو ایک یا متعدد مرتبہ یا محدود مدت کیلئے کسی ناشر کو مالی معاوضہ لے کر چھاپنے کی اجازت دیدیتا ہے اس صورت میں ناشر کو حقوق طباعت حاصل ہوں گے لیکن محدود مدت تک یا محدود طباعتوں تک پھر اس کے بعد اس کی طباعت کے حقوق مصنف کو حاصل ہو جائیں گے۔[63]

۴۔ اگر کسی ناشر نے کوئی نایاب مخطوطہ دریافت کیا اور اس پر تحقیق کیے بغیر بھی چھاپ دیا تو گویا اس نے ایک مردہ علم کو زندہ کیا ہے اس لیے اس کو بنجر زمین کے آباد کرنے والے کی طرح حقوق حاصل ہوں گے یعنی اس کی طباعت کا حقدار صرف وہی ہو گا، اگر اس نے کسی ناشر کو اس کے حقوق بیچ دیے تو اب طباعت کے حقوق صرف اس ناشر کو ہوں گے۔

۵۔ کسی قدیم مصنف کی کتاب مارکیٹ میں موجود ہے تو اس کے حقوق طبع کسی خاص ناشر کو حاصل نہ ہوں گے۔

---

62 **المعجم الوسیط**، ۲: ۹۲۱

63 شہرانی، حسین بن معلوی، **حقوق الاختراع والتالیف فی الفقہ الاسلامی**، (دار طیبہ، ط۲۰۰۴ء)، ۲۸۵

حق ایجاد وابتکار:

ایجاد وابتکار سے مراد یہ ہے کہ کسی نئی چیز کوایجاد کرنا جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے نئی مشینری، جدید اسلحہ، جہاز، گاڑیاں، موبائل، کمپیوٹر، ادویات، صنعتی ڈیزائن، فارمولے وغیرہ۔

ابوالبقاء الحنفی ایجاد وابتکار کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

والإيجاد والاختراع: إِفَاضَة الصُّور على الْموَاد الْقَابِلَة، وَمِنْه جعل الْمَوْجُود الذهْنِي خَارِجا[64]

"ایجاد واختراع کہتے ہیں ذہنی تصویروں اور خاکوں کو مادی چیزوں پر لے آنا ذہنی وجود کو خارجی وجود دینا۔"

اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ ایجاد کرنے والے کے ذہن میں جو افکار وتصورات اور ذہنی خاکے ہوتے ہیں ان کو مادی چیزوں کی طرف تحویل کرنا ایجاد کہلاتا ہے جیسے آلات، مشینری، وغیرہ۔

حق ایجاد کی تعریف: حق ایجاد سے مراد یہ ہے کہ موجد اور مخترع کو شرعی طور پر اپنی ایجاد پر جو تسلط حاصل ہوتا ہے جس سے موجد اپنی طرف نسبت کرنے کی حفاظت اور ایجاد سے ممکنہ مالی فوائد حاصل کر سکتا ہے۔[65]

حق ایجاد عرف اور قانون کی بنیاد پر اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس نے کوئی نئی چیز ایجاد کی ہو یا کسی چیز کی نئی شکل ایجاد کی ہو حق ایجاد کا مطلب یہ ہے کہ تنہا اسی شخص کو اپنی ایجاد کردہ چیز بنانے اور منڈی میں پیش کرنے کا حق ہے پھر بسا اوقات ایجاد کرنے والا اپنا یہ حق دوسرے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے تو اس حق کو خریدنے والا ایجاد کرنے والے کی طرح وہ چیز تیار کرتا ہے اور منڈی میں بیچتا ہے۔ [66]

تنبیہ: ایجاد وابتکار چونکہ انسانی عقل وفکر کا نتیجہ ہے جیسے تصنیف وتالیف انسانی عقل وفکر کا نتیجہ ہے اس لیے حقوق تصنیف اور حقوق ایجاد دونوں کو حقوق فکریہ، حقوق ذہنیہ، اور حقوق دانش کہا جاتا ہے۔

در حقیقت یہ حقوق بھی حقوق تصنیف کی طرح حقوق اسبقیت کی قسم ہیں اور ان کے بارے میں راجح یہی ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے کوئی نئی چیز ایجاد کی خواہ وہ مادی چیز ہو یا معنوی چیز بلاشبہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں اسے اپنے انتفاع کیلئے تیار کرنے اور نفع کمانے کیلئے بازار میں لانے کا زیادہ حقدار ہے۔ اس کی دلیل وہی حدیث ہے

---

[64] کفوی، ایوب بن موسی، م ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳، **الكليات**، (بیروت: موسسۃ الرسالۃ)، ۲۹

[65] **حقوق الاختراع والتاليف**، ۷۶

[66] **فقہی مقالات**، ۱: ۲۲۴

جو ابو داود میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اس چیز کی طرف سبقت کی جس کی طرف کسی مسلمان نے سبقت نہیں کی تو وہ چیز اس کی ہے۔[67]

4۔ تجارتی نام اور ٹریڈ مارک:

تجارتی نام کی تعریف: تجارتی نام سے مراد وہ خاص نام ہے جو اس چیز کی تجارتی کمپنی پر دلالت کرتا ہے اور اس کو دوسری کمپنیوں کی تیار کردہ اشیاء سے ممتاز کرتا ہے اور اس شیء کی خاصیات پر دلالت کرتا ہے اسی لیے تجارتی کمپنیاں اپنی تیار کردہ اشیاء کے ٹائٹل پر تجارتی نام درج کرتی ہیں۔[68]

کمپنی یہ تجارتی نام نہ صرف اپنی مصنوعات پر استعمال کرتی ہے بلکہ خط وکتابت، پیڈ، معاہدات اور معاملات میں بھی تجارتی نام ستعمال کیا جاتا ہے نیز اعلان اور اشتہار بازی میں بھی یہ نام استعمال کیا جاتا ہے۔[69]

ٹریڈ مارک کی تعریف:

ٹریڈ مارک سے مراد وہ خاص اشارے ہیں جو تاجر اور کمپنیاں اپنی مصنوعات کی علامت کے طور پر لگا دیتی ہیں تاکہ وہ مصنوعات دوسری کمپنیوں کی مصنوعات سے ممتاز ہو سکیں اور صارفین کیلئے کمپنی کی مصنوعات کو پہچاننا آسان ہو اور مصنوعات کا حسن وجمال اس حد تک ہو جو صارفین کو اپنی طرف کھینچے۔[70]

یہ ٹریڈ مارک نشانات، ڈیزائن، الفاظ، نمبر، رنگ، شکلوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

تجارتی نام اور ٹریڈ مارک میں فرق:

تجارتی ناموں اور تجارتی علامت یعنی ٹریڈ مارک میں متعدد فرق ہیں:

۱۔ کمپنی کا تجارتی نام ہونا ضروری ہے جبکہ تجارتی علامات ٹریڈ مارک ضروری نہیں۔ ۲۔ تجارتی نام سے مقصود کمپنی کو دوسری کمپنیوں سے ممتاز کرنا ہوتا ہے جبکہ تجارتی علامت اور ٹریڈ مارک سے مقصود مصنوعات کو ممتاز کرنا ہوتا ہے۔ ۳۔ تجارتی نام کمپنی کا ایک ہی ہو سکتا ہے جبکہ تجارتی علامات اور ٹریڈ مارک متعدد ہو سکتے ہیں۔[71]

---

[67] ابوداود، سلیمان بن اشعث، م۲۷۵ھ/۸۸۸، سنن أبي داود، (دار الرسالۃ العالمیہ، ط۲۰۰۹ء)، ۴: ۶۷۹

[68] قلیوبی، سمیحہ، **الموجز فی الملكية الصنعية والتجاريه**، (مصر: مكتبۃ القاہرہ الحدیثہ)، ۳۳۹

[69] ایضاً

[70] **مجلة مجمع الفقه الإسلامي**، ۵: ۱۸۵۳

تجارتی نام اور ٹریڈ مارک کی رجسٹریشن:

جب بھی کوئی کاروباری شخص انوکھی اور منفرد شئی بناتا ہے اور مارکیٹ میں لاتا ہے تاکہ منافع کما سکے تو ساتھ ہی اسے یہ خوف بھی لگا رہتا ہے کہ اس کے نام اور ٹریڈ مارک کے ساتھ کوئی دوسرا کاروبار شروع نہ کر دے اگر ایسا ہو تو اس کا کاروبار متاثر ہوگا اور اس سے عامۃ الناس کو دھوکہ بھی ہوگا اس لیے وہ اپنی منفرد شیء کو بچانے کیلئے حکومت سے تجارتی ناموں اور ٹریڈ مارکوں کی رجسٹریشن کراتا ہے تاکہ کاروبار کے وسیع ہونے کے ساتھ اس کا نام اور اس کی پہچان محفوظ رہ سکے اور عامۃ الناس کسی دھوکہ میں مبتلا نہ ہو، بلاشبہ کسی بھی ملک میں سرمایہ کاری کا دارومدار حقوق کے مکمل تحفظ فراہم کرنے پر ہوتا ہے، کیونکہ جب تک حقوق محفوظ نہ ہوں سرمایہ دار اپنا سرمایہ لگانے سے گھبراتے ہیں، جس کی وجہ سے ملکی معیشت غیر مستحکم ہوتی ہے اور سرمایہ کاری کا گراف نیچے جاتا ہے۔ پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کی راہ میں حقوق املاکِ دانش کا عدم تحفظ سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

رجسٹریشن کی شرعی حیثیت:

رجسٹریشن کے بعد قانونی طور پر نہ تو کوئی دوسری کمپنی اس ٹریڈ مارک پر کوئی مال تیار کر سکتی ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص اس پر کوئی کمپنی یا ادارہ کھول سکتا ہے اگر دوسرے لوگ اس نام کا استعمال کریں تو کاروباری اعتبار سے یہ بہت بڑا غرر اور خدع (دھوکہ) ہے اور شریعت کے قانونی معاملات میں ایک اہم اصل یہ ہے کہ ایسا کوئی بھی کام نہ کیا جائے جو دوسروں کیلئے دھوکہ دہی کا باعث ہو، اس لیے اگر کوئی شخص لوگوں کو دھوکہ سے بچانے کیلئے نام یا تجارتی نشانات کو اپنے حق میں محفوظ کرا لیتا ہے تو یہ عین مطابق شرع ہے اور دوسرے شخص یا ادارہ کو اس کا استعمال کرنا دھوکہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، جیسے ایک شخص کے نام کی مہر دوسرا کوئی شخص بنا لے تو ممنوع ہے اور اس کی ممانعت کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟

تجارتی نام اور تجارتی علامت یعنی ٹریڈ مارک کا حق ہونا:

کیا تجارتی نام یا ٹریڈ مارک فرد کمپنی یا ادارے کا مخصوص حق ہے یا نہیں یعنی اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا فرد یا کمپنی وہ نام اور ٹریڈ مارک

---

[71] سامی حبیلی، **الحقوق المجرده فی الفقہ المالی الاسلامی**، (جامعہ اردنیہ، ۲۰۰۵ء)، ۱۶۷

استعمال کر سکتی ہے یا نہیں ؟اس بارے میں دو قول ہیں :

قول اول: بعض حضرات کہتے ہیں کہ تجارتی نام یا ٹریڈ مارک کوئی حق نہیں بلکہ یہ سارے ظلم اور فریب کے ذریعے ہیں چنانچہ اسرار عالم تحریر کرتے ہیں :

ٹریڈ مارک نہ مشابہ حق وظائف کہ ثابت علی وجہ الاصالۃ ہو اور نہ اس حق کی مثل جو مادی چیز میں مستقر ہو بلکہ یہ ظلم اور فریب کے ذرائع میں سے اہم ترین ذریعہ ہے۔[72]

قول دوم: اکثر فقہاء معاصرین کے نزدیک ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے کاروبار کا کوئی بھی نام رکھ لے اور اپنی مصنوعات پر کوئی بھی تجارتی علامت مقرر کر لے اگر کسی شخص نے اپنے کاروبار کا کوئی نام رکھ لیا یا کوئی تجارتی علامت متعین کر لی اور اس تجارتی نام اور تجارتی علامت کے ساتھ اس کا مفاد وابستہ ہو گیا یعنی اس نام سے چیز کی مانگ ہونے لگی وغیرہ تو اب یہ خاص نام اور خاص تجارتی علامت اس کا حق بن گیا لہذا کسی دوسرے شخص کو وہ نام رکھنے کا اور وہ تجارتی علامت مقرر کرنے کا حق نہیں رہا چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

اپنے کاروبار کا کوئی نام رکھنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے لیکن اگر ایک شخص نے اپنے کاروبار کا نام عطرستان یا گلشن ادب رکھ لیا اور اس سے اس کا تجارتی مفاد وابستہ ہو گیا تو دوسرے شخص کو وہ نام رکھنے کا حق نہیں رہا اور جبکہ ایک خاص نام کے ساتھ مستقبل میں تحصیل مال اور تجارت مقصود ہے تو گڈول کا معاوضہ لینا جائز ہے۔[73]

5۔ تجارتی لائسنس کا استعمال:

عصر حاضر میں تجارتی ترقی اوج ثریا تک پہنچ چکی ہے اور بین الاقوامی روابط اتنے گہرے اور ٹرانسپورٹ اتنی تیز ہو چکی ہے کہ مہینوں کے سفر گھنٹوں میں ہو رہے ہیں جس کی بناء پر پوری دنیا ایک گاوں بن چکی ہے اور ایک ملک سے دوسرے ملک جانا انتہائی آسان ہو چکا ہے اور قدیم زمانے کی بنسبت عصر حاضر میں بین الممالک تجارت بھی تیز اور کثیر الوقوع ہو چکی ہے اس لیے ہر ملک نے جہاں بین الممالک تجارت کیلئے کچھ قانون بنائے وہیں تجارتی لائسنس کا اجرائ بھی کیا گیا، اکثر ممالک عصر حاضر میں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ حکومتی لائسنس کے بغیر در آمدگی یا بر آمدگی کی جائے جس کا مقصد تاجروں اور تجارتی مال کی نگرانی ہے اگرچہ یہ چیز تاجروں پر بظاہر ایک طرح کی پابندی

---

[72] اسرار عالم ریڈینس، **جدید فقہی مباحث**، (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ)، ۳: ۶۶

[73] تھانوی، اشرف علی، **امداد الفتاوی**، (کراچی: مکتبہ دار العلوم، ۲۰۱۰ء)، ۳ : ۱۲۰

ہے جسے اسلامی شریعت شدید ضرورت کے بغیر پسند نہیں کرتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکثر ملکوں میں یہی ہو رہا ہے اور عرف میں مروج ہو چکا ہے۔

تجارتی لائسنس کی تعریف: تجارتی لائسنس کی تعریف کے بارے میں ڈاکٹر حسن عبد اللہ الامین تحریر کرتے ہیں:

إذن تمنحه جهة مختصة بإصداره لفرد أو جماعة للانتفاع بمقتضاه[74]

تجارتی لائسنس ایک قسم کی اجازت ہے جو خاص محکمہ کی جانب سے کسی ایک انسان یا کمپنی کو ملتی ہے تاکہ اس اجازت کے مقتضی سے نفع اٹھایا جاسکے۔

لائسنس کو پرمٹ بھی کہتے ہیں اور پرمٹ کی ایک تعریف یہ ہے۔ تحریری اجازت نامہ؛انسان کو کسی چیز کا ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں لے جانے اور داخل ہونے دینے کی سرکاری سند۔[75]

تجارتی لائسنس کی اقسام:

تجارتی لائسنس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ملک کے اندر کسی کو صنعتی یا زرعی فیکٹری و کارخانہ بنانے کا تحریری اجازت نامہ اور لائسنس۔

۲۔ کسی فرد یا کمپنی کو تجارتی و زرعی سامان بیرون ملک لے جانے یا وہاں سے لانے کا تحریری اجازت نامہ اور لائسنس۔[76]

خلاصہ بحث:

ماضی میں جن حقوق کے بارے میں فقہاء نے کتب فقہ و فتاوی میں جن حقوق کے بارے میں بحث کی ہے ان کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: حقوق مجردہ اور حقوق مؤکدہ۔ حقوق مؤکدہ وہ ہیں جو محل میں متقرر ہوں اور صاحب کو انکی ملکیت حاصل ہو اور حقوق مجردہ وہ حقوق جو ملک سے خالی اور تنہا ہوں اور ان کا محل کے ساتھ قرار والا تعلق نہ ہو۔ عصر حاضر میں حقوق کی کئی اقسام ظہور پذیر ہوئی ہیں جیسے حق تصنیف، حق

---

[74] مجلة مجمع الفقه الإسلامي،٥: ٢٠٣٩

[75] http://urdulughat.info

[76] مجلة مجمع الفقه الإسلامي،٥: ٢٠٣٩

طباعت، حق ایجاد، تجارتی نام وعلامات، تجارتی لائسنس، حقوق فضا، یہ جدید حقوق بھی ایسے ہیں جن کا تعلق کسی مادی اور حسی چیز کے ساتھ نہیں ہے اس لیے فقہاء احناف نے ان کو بھی "حقوق مجردہ" میں شامل کیا ہے۔ حقوق مجردہ کا قدیم تصور فقہاء کے ہاں حق شفعہ، حق مرور، حق تعلی، حق تسییل، حق شرب، حق تحجیر جیسی مثالوں کی صورت میں ملتا ہے جبکہ عصر حاضر میں ان کی مثالیں اور تطبیقات دیکھی جائیں تو تجارتی لائسنس، حق پرواز، روڈ ٹیکس، واٹر سپلائی، حق تصنیف وتالیف، حق ایجاد، گیس پائپ لائن وغیرہ صورتیں سامنے آتی ہیں۔